AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

The Joint Role of Government and Religious Institutions for Social Reform

معاشرتی اصلاح کے لیے حکومتی اور مذہبی اداروں کا مشترکہ کردار

Muhammad Ajmal Qasmi
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
The IslamiaUniversity of Bahawalpur.
Dr. Muhammad Muavia Khan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
The IslamiaUniversity of Bahawalpur.

Abstract:

Social reformation is essential for any progressive society, and it requires a joint effort from both governmental and religious institutions. Governments set the legal framework, uphold justice, and introduce policies that promote ethical standards. At the same time, religious institutions play a crucial role in shaping moral values and instilling a sense of responsibility within individuals. Today, as societies grapple with declining moral values, increasing materialism, and weakening family structures, it becomes even more important for these two forces to work together.

Islamic teachings emphasize the need for a just and morally upright society, as reflected in the Quranic verse: “Let there be a group among you who call to goodness, enjoin what is right, and forbid what is wrong ”(آل عمران: 104.) History provides a compelling example of this synergy during the time of the Rightly Guided Caliphs, when political leadership and religious guidance worked hand in hand to create a fair and just society. This balance ensured that justice, education, and social welfare remained priorities, leading to a stable and prosperous community. If modern societies can integrate religious wisdom with effective governance, they can address pressing issues like moral decay, illiteracy, and economic disparity in a meaningful way.

Keywords: Social Reformation, Government Policies, Religious Institutions, Islamic Governance, Ethical Values, Moral Education, Social Justice, Welfare Programs, Quranic Teachings, Collaborative Reform.

معاشرتی اصلاح کی ضرورت اور اہمیت:

کسی بھی قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لیے معاشرتی اصلاح ناگزیر ہوتی ہے۔ معاشرہ مختلف افراد کا مجموعہ ہے اور جب افراد کی زندگی اخلاقی، سماجی اور فکری طور پر بہتر ہوتی ہے تو پورا معاشرہ ترقی کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں معاشرتی اصلاح کو بنیادی مقصد قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمۡ"[1]

ترجمہ: "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل ڈالے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حقیقی تبدیلی فرد سے شروع ہوتی ہے اور اسی کی بنیاد پر سماجی ڈھانچہ بہتر ہوتا ہے۔ اصلاح کا مقصد صرف ظاہری پہلوؤں کو بہتر بنانا نہیں ہے بلکہ لوگوں کے دلوں میں نیکی اور بھلائی کا جذبہ پیدا کرنا ہے تاکہ وہ اپنے اور دوسروں کے لیے فائدہ مند ہو سکیں۔

معاشرتی اصلاح کی ضرورت اس وقت سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے جب معاشرہ بدعنوانی، ناانصافی اور اخلاقی تنزلی کا شکار ہو۔ آج کے مختلف سماجی مسائل جیسا کہ غربت، تعلیمی پسماندگی، خواتین کے حقوق کی پامالی اور نوجوانوں کی بڑھتی ہوئی بے حسی اس بات کی علامت ہیں کہ معاشرتی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ اصلاح مذہبی تعلیمات، سماجی ضمیر اور انسان دوستی سے ممکن ہے۔ عیسائی اور اسلامی دونوں روایات میں معاشرتی اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔ عیسائی عالم سینٹ آگسٹین نے کہا:

"ایک درست معاشرہ وہ ہے جہاں محبت اور انصاف غالب ہوں۔"[2]

یہ اصول مختلف معاشروں میں نہ صرف مذہبی بنیادوں پر بلکہ انسانی اقدار کے ذریعے بھی لاگو کیا جا سکتا ہے تاکہ ہر فرد کو اپنی زندگی بہتر بنانے کے مواقع میسر ہوں۔

معاشرتی اصلاح کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ سمجھا جائے کہ ایک منصفانہ اور پرامن معاشرہ ہی انسانیت کے لیے بہترین ماحول فراہم کر سکتا ہے۔ اسلام نے سماجی انصاف اور فلاح و بہبود پر خصوصی زور دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"[3]

یہ تعلیمات معاشرتی اصلاح کے لیے ٹھوس بنیاد فراہم کرتی ہیں، کیونکہ جب افراد معاشرے کے اجتماعی مفاد کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں تو برائیاں مٹ جاتی ہیں اور خوبیاں فروغ پاتی ہیں۔ اصلاحات کے لیے تعلیمی نظام کو بہتر بنانے، عدالتی نظام کو مضبوط بنانے اور اخلاقی تربیت کو زندگی کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اس طرح ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے گا جو امن، ترقی اور خوشحالی کی مثال ہو۔

معاشرتی اصلاح کے لغوی و اصطلاحی معنی:

معاشرتی اصلاح کے لغوی معنی معاشرتی حالات کو بہتر بنانا، فتنہ و فساد سے پاک کرنا اور برائیوں کو مٹا کر نیکیوں کو فروغ دینا ہے۔ "اصلاح" عربی زبان کا لفظ ہے جو "صَلَحَ" سے نکلا ہے، جس کے معنی درست کرنے، سنوارنے اور فلاح پانے کے ہیں۔ جب یہ لفظ سماجی تناظر میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب معاشرے کی اخلاقی، سماجی اور فکری حالت کو بہتر بنانا اور اسے انصاف اور امن کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ یہ عمل اس وقت ضروری ہے جب معاشرہ بدعنوانی، ناانصافی اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہو اور اس کے افراد کی زندگیوں میں انصاف، تعاون اور احسان کی صفات کمزور پڑ جائیں۔

اصطلاحی طور پر معاشرتی اصلاح سے مراد ایسے اقدامات اور کوششیں ہیں جو کسی معاشرے کی سماجی ساخت کو مضبوط بنائیں اور اس کے افراد کی اخلاقی اور روحانی حالت کو بہتر کریں۔ اسلامی تناظر میں یہ عمل اللہ عزوجل کی رضا اور انسانیت کی بھلائی کے لیے کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَالصُّلْحُ خَيْرٌ"[4]

ترجمہ: "اور صلح (اصلاح) بہتر ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اصلاح کسی بھی معاشرے کے لیے خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی معاشرتی اصلاح کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سے بہترین وہ ہیں جو لوگوں کے لیے فائدہ مند ہیں۔"[5]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں معاشرتی اصلاح کو ایک اعلیٰ مقصد اور ذمہ داری کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

معاشرتی بگاڑ کے اسباب:

اخلاقی زوال اور دین سے دوری: اخلاقی گراوٹ اور مذہب سے دوری ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے نہ صرف انفرادی زندگی بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کیا ہے۔ جب انسان مذہب کی تعلیمات سے انحراف کرتا ہے تو وہ اخلاقی اقدار کی بنیاد کو نظرانداز کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں کرپشن، جھوٹ اور دیگر معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ مذہب خاص طور پر اسلام انسان کو اعلیٰ اخلاقی معیار برقرار رکھنے کی ترغیب دیتا ہے جہاں ایمان، انصاف، دیانت اور دیانت جیسے اصولوں کی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا"[6]

ترجمہ: "اور جو میری یاد سے منہ موڑتا ہے، اس کے لیے تنگ زندگی ہوگی۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جب انسان اپنے رب کی ہدایت کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کی زندگی میں نہ صرف مادی مشکلات بلکہ اخلاقی اور روحانی بحران بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی زوال انفرادی زندگی اور سماجی نظام دونوں کو متاثر کرتا ہے۔ جب افراد اجتماعی بھلائی پر ذاتی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں تو معاشرے میں انصاف، امن اور رواداری جیسی اقدار ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ مذہب سے دوری کا نتیجہ ہے کہ آج بہت سے معاشرے ناانصافی، طبقاتی تقسیم اور دیگر سماجی مسائل کا شکار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اور اخلاق کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"بے شک تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔"[7]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مضبوط اخلاقی بنیاد ہی ایک کامیاب معاشرتی نظام کی ضمانت ہے۔ مذہب کی رہنمائی کے بغیر نہ صرف انفرادی کردار کمزور ہوتا ہے بلکہ سماجی ڈھانچہ بھی منہدم ہو جاتا ہے۔

دین سے دوری کی وجہ سے انسان مادیت اور خود غرضی کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنی حقیقی ذمہ داریوں کو بھول کر دنیاوی مفادات کے پیچھے بھاگتا ہے۔ مذہب صرف عبادات میں ہی نہیں بلکہ معاملات اور اخلاق میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جب انسان دین کے احکام پر عمل کرتا ہے تو اپنے خالق کے ساتھ ساتھ مخلوق کے حقوق کا بھی خیال رکھتا ہے۔ لہٰذا اخلاقی انحطاط سے بچنے اور ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ دین کی تعلیمات کو زندگی کا محور بنایا جائے۔

تعلیمی نظام میں خامیاں: تعلیمی نظام میں ناکامیاں معاشرتی اصلاحات کی راہ میں بڑی رکاوٹیں ہیں، اور حکومت اور مذہبی اداروں کے درمیان تعاون ان سے نمٹنے کی کلید ہے۔ پاکستان کے تعلیمی نظام میں طبقاتی تقسیم، غیر معیاری نصاب کا ڈیزائن اور اخلاقی تربیت کا فقدان اہم مسائل ہیں جن پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ معروف پاکستانی ماہر عمرانیات ڈاکٹر نذیر احمد بتاتے ہیں:

"ہمارے تعلیمی نظام کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ طلبہ کو نہ تو عملی زندگی کے لیے تیار کرتا ہے اور نہ ہی ان میں اخلاقی شعور بیدار کرتا ہے، اگر حکومت اور مذہبی ادارے مل کر کام کریں تو وہ نصاب کو اس قابل بنا سکتے ہیں کہ وہ طلبہ کی بہتر تیاری کر سکیں"۔[8]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ تعلیمی نظام کو موثر بنانے کے لیے حکومت اور مذہبی اداروں کو نصاب میں اخلاقی اور سماجی پہلوؤں کو بہتر طریقے سے شامل کرنے کے لیے حکمت عملی تیار کرنی چاہیے۔ دوسری طرف تعلیمی نظام میں عملی مہارتوں اور اخلاقی تربیت کا فقدان بھی ایک بڑا چیلنج ہے۔ نصاب کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا اور مذہبی تعلیمات کو شامل کرنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد مزید فرماتے ہیں:

"تعلیم کو صرف کتابی علم تک محدود رکھنا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ جب تک ہم طلبہ کو سماجی اور اخلاقی اقدار سے روشناس نہیں کرائیں گے، وہ قوم کی تعمیر میں موثر کردار ادا نہیں کر سکیں گے۔ مذہبی اداروں کا تعاون اس خالی جگہ کو پر کرتا ہے۔ میں بہت اہم ہوں۔"[9]

یہ حقیقت اس بات پر زور دیتی ہے کہ تعلیمی اصلاحات میں مذہبی اداروں کی شرکت سے طلباء کو نہ صرف اخلاقی طور پر تقویت ملے گی بلکہ وہ سماجی مسائل کے بہتر حل کی پیشکش بھی کر سکیں گے۔ حکومتی ادارے اس حوالے سے منصوبہ بندی کریں اور دینی اداروں کے تعاون سے ایک جامع تعلیمی حکمت عملی تیار کریں۔

قانون کی پاسداری کا فقدان: قانون کی حکمرانی کا فقدان کسی بھی سماجی نظام کے زوال کا سبب بن سکتا ہے۔ جب کسی معاشرے میں قانون کی حکمرانی کمزور ہوتی ہے تو کرپشن، ناانصافی اور عدم تحفظ جیسے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ حکومتی اداروں کی کمزور کارکردگی اور لوگوں میں قانونی شعور کی کمی ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قانون کو صرف حکومتی طاقت کے زور پر نافذ کرنا ناکافی ہے۔ جب تک قانون کی روح کو عوام کی اخلاقی زندگی کا حصہ نہ بنایا جائے، وہ محض ایک رسمی چیز بن کر رہ جاتا ہے۔"[10]

یہ حوالہ واضح کرتا ہے کہ معاشرتی اصلاح کے بنیادی اصول کے طور پر قانونی شعور کو اپنانا چاہیے اور مذہبی ادارے عوام کی اخلاقی تربیت کر کے قانون کی اہمیت کو اجاگر کر سکتے ہیں۔ قانون کی حکمرانی کے فقدان کی ایک بڑی وجہ عدالتی نظام کی سست روی اور بدعنوانی ہے جس سے عوام میں مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ماہر عمرانیات ڈاکٹر خدیجہ بشیر اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

"جب انصاف میں تاخیر یا بدعنوانی شامل ہو، تو عوام قانون کے نظام پر اعتماد کھو دیتی ہے، اور قانون شکنی ایک عام رویہ بن جاتی ہے۔ اس صورت حال سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اور مذہبی رہنما مل کر انصاف اور قانون کی حکمرانی کے فروغ کے لیے اقدامات کریں۔"[11]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قانونی ڈھانچے کی بحالی اور عوام میں قانون کی پابندی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے حکومتی اداروں اور مذہبی قیادت کا تعاون ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ، مذہبی ادارے قانون کی پابندی کو اخلاقی اور دینی فریضہ کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ قانون کی پاسداری ہر فرد کی ذمہ داری ہے، چاہے اس سے ذاتی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ حکومتی اور مذہبی ادارے مل کر عوام کو یہ شعور دے سکتے ہیں کہ قانون کی پابندی انفرادی اور اجتماعی فلاح کا ذریعہ ہے۔ اس طرح، معاشرتی اصلاح ممکن ہو سکتی ہے، اور قانون کی بالادستی قائم ہو سکتی ہے۔

خاندانی نظام کی کمزوری: خاندانی نظام کسی بھی معاشرت کا بنیادی ستون ہوتا ہے، اور اس کی کمزوری پورے سماجی ڈھانچے کو متاثر کر سکتی ہے۔ جدید دور میں خاندانی نظام میں کمزوری کی وجوہات میں معاشی دباؤ، مغربی ثقافت کے اثرات، اور مذہبی و اخلاقی اقدار سے دوری شامل ہیں۔ جب افراد خاندانی اقدار کو نظرانداز کرتے ہیں تو نسلوں کے درمیان رابطہ ٹوٹنے لگتا ہے، جس سے نئی نسل میں اخلاقی انحطاط جنم لیتا ہے۔ ماہر عمرانیات ڈاکٹر علی شفیق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"خاندانی نظام کا تحفظ صرف روایتی اقدار کی پاسداری اور اخلاقی تربیت کے ذریعے ممکن ہے۔ جب خاندان اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو جاتا ہے، تو افراد خود غرضی اور تنہائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔"[12]

گویا کہ خاندانی نظام کو مستحکم کرنے کے لیے روایتی اقدار اور اخلاقیات کو فروغ دینا بے حد ضروری ہے۔ خاندانی نظام کی کمزوری کا ایک بڑا سبب مشترکہ خاندانوں کا ٹوٹنا اور فردیت پر مبنی معاشرت کا فروغ ہے، جس سے والدین اور اولاد کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے مذہبی ادارے کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات میں والدین کی خدمت اور بچوں کی بہترین تربیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي" [13]

ترجمہ: "تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہترین سلوک کرے، اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے بہتر ہوں۔"

یہ حدیث خاندانی تعلقات کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، اور اس بات کا درس دیتی ہے کہ خاندانی نظام کو مضبوط کرنے کے لیے ہر فرد کو اپنی ذمہ داریوں کا شعور ہونا چاہیے۔ حکومتی ادارے بھی خاندانی نظام کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ عوامی شعور بیدار کرنے کے لیے مہمات چلانا، ازدواجی مسائل کے حل کے لیے مشاورتی مراکز قائم کرنا، اور معاشی دباؤ کو کم کرنے کے لیے مناسب پالیسیز بنانا ضروری ہے۔ جب حکومتی اور مذہبی ادارے مل کر خاندانی نظام کی مضبوطی کے لیے کام کریں گے، تو معاشرتی اصلاح کے دیگر پہلو بھی خود بخود بہتر ہونے لگیں گے۔

مادہ پرستی اور نفس پرستی: مادہ پرستی اور نفس پرستی انسانی معاشرت میں اخلاقی زوال اور اجتماعی بگاڑ کے دو اہم اسباب ہیں۔ مادہ پرستی اس طرزِ زندگی کو کہتے ہیں جس میں دنیاوی وسائل اور دولت کو زندگی کا مقصد سمجھا جاتا ہے۔ نفس پرستی اس رویے کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی خواہشات کو اپنی زندگی کا محور بنالیتا ہے، خواہ اس کا انجام اخلاقی اقدار اور دوسروں کے حقوق کی پامالی ہی کیوں نہ ہو۔ مادہ پرستی اور نفس پرستی کی یہ دو انتہائیں معاشرتی نظم وضبط کو کمزور کرتی ہیں اور افراد کو ان کے اخلاقی اور روحانی فرائض سے دور کر دیتی ہیں۔

معروف ماہر عمرانیات ڈاکٹر خلیل احمد اپنی کتاب "معاشرتی علوم کا تنقیدی جائزہ" میں لکھتے ہیں:

"مادہ پرستی اور نفس پرستی نے آج کے انسان کو اپنے مقصدِ حیات سے غافل کر دیا ہے۔ یہ رویے معاشرے کو خود غرض، بے حس، اور اخلاقی اقدار سے عاری بنا رہے ہیں۔ جب تک ان رجحانات کو محدود نہیں کیا جائے گا، اجتماعی اصلاح ممکن نہیں" [14]

یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ مادہ پرستی اور نفس پرستی کے فروغ نے انسانیت کی مجموعی ترقی کو نقصان پہنچایا ہے اور معاشرتی اصلاح کے عمل کو مشکل بنا دیا ہے۔

اسلام ان رویوں کی شدت سے مذمت کرتا ہے اور انسان کو دنیاوی دولت کے بجائے روحانی ترقی اور اخلاقی اقدار کو ترجیح دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ" [15]

ترجمہ: "اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔"

یہ آیت دنیاوی زندگی کی حقیقت کو واضح کرتی ہے اور نفس پرستی کے خلاف ایک مضبوط پیغام دیتی ہے۔

نفس پرستی کے خاتمے کے لیے دینی تعلیمات کو اپنانا اور اپنی خواہشات کو حدود میں رکھنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"ليس الغنى عن كثرة العرض، ولكن الغنى غنى النفس" [16]

ترجمہ: "مالداری کثرتِ دولت میں نہیں بلکہ دل کی غنیٰ میں ہے۔"

یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ حقیقی دولت دل کی قناعت اور خواہشات کی حد بندی میں ہے، جو مادہ پرستی اور نفس پرستی کے اثرات کو کم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نیز حکومتی اور مذہبی اداروں کو مل کر ان رجحانات کے خاتمے کے لیے شعور بیدار کرنا ہوگا۔ عوامی تربیتی مہمات، دینی تعلیمات کا فروغ، اور اخلاقی قدروں کی بحالی کے ذریعے مادہ پرستی اور نفس پرستی جیسے مسائل کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

مذہبی اداروں کا کردار:

دین کی تعلیمات کے ذریعے اصلاح: دین کی تعلیمات کے ذریعے معاشرتی اصلاح ایک ایسا جامع اور مؤثر طریقہ ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں کو سنوارنے کی طاقت رکھتا ہے۔ مذہب انسان کے اندر اخلاقی شعور پیدا کرتا ہے اور اسے نیکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسلام، بطورِ خاص، انسان کو اپنی ذات، خاندان، اور معاشرے کے لیے ایک ذمہ دار فرد بننے کی تعلیم دیتا ہے۔ دینی ادارے اس حوالے سے ایک بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ وہ دین کی تعلیمات کو عام کرنے اور افراد کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے افراد کو یہ شعور دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ بنا کر زمین پر اتارا ہے اور اسے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ" [17]

ترجمہ: "بے شک اللہ انصاف کا، بھلائی کا، اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برے کام، اور ظلم سے روکتا ہے۔"

یہ آیت واضح طور پر اسلامی تعلیمات کے اس جامع پہلو کو بیان کرتی ہے جو اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ دینی ادارے ان تعلیمات کو عوام تک پہنچانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینے کے لیے کام کرتے ہیں۔

معروف ماہر عمرانیات اور اسلامی مفکر ڈاکٹر طاہر محمود اپنی کتاب "اسلامی معاشرتی اصول" میں لکھتے ہیں:

"دین کی تعلیمات معاشرتی نظام کو درست کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہیں۔ اگر مذہبی ادارے ان تعلیمات کو مؤثر انداز میں پیش کریں، تو معاشرتی برائیاں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔ دین افراد کے دلوں کو تبدیل کرتا ہے، اور جب دل تبدیل ہو جائیں تو معاشرہ خود بخود بدل جاتا ہے۔" [18]

مذہبی اداروں کو چاہیے کہ وہ دینی تعلیمات کو جدید طریقوں سے پیش کریں، تاکہ آج کے نوجوان ان سے متاثر ہو سکیں۔ مساجد، مدارس، اور تبلیغی جماعتیں دین کی حقیقی روح کو اجاگر کر کے افراد کو ایک بہتر انسان بننے کی ترغیب دے سکتی ہیں۔ اس عمل میں حکومتی سرپرستی بھی اہم ہے، تاکہ دینی ادارے اپنے وسائل کو بہتر طور پر استعمال کر سکیں اور معاشرتی اصلاح کے عمل کو تیز کیا جا سکے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ "کی وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورہ آل عمران کی آیت 104 میں فرمایا:

"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"

ترجمہ: "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، اور نیک کاموں کا حکم دے، اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اس آیت کا مقصد مسلمانوں کو ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی طرف رہنمائی کرنا ہے جو نہ صرف خود اصلاح کی کوشش کرے بلکہ دوسروں کو بھی بھلائی کی طرف دعوت دے۔ اس آیت میں تین اہم کاموں کو ذکر کیا گیا ہے:

1. **دعوتِ خیر:** یہ کام نہ صرف فرد کی اصلاح بلکہ معاشرتی تبدیلی کے لیے بھی ضروری ہے۔ "دعوتِ خیر" کا مطلب ہے اچھے عمل، فلاحی کاموں اور بھلائی کو لوگوں تک پہنچانا۔

2.امر بالمعروف: اچھے کاموں کا حکم دینا، یعنی جو باتیں اور افعال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مطابق ہوں، ان کی طرف لوگوں کو راغب کرنا۔

3. نہی عن المنکر: برے کاموں سے منع کرنا، یعنی جو افعال اسلام کے خلاف ہوں، ان سے لوگوں کو روکنا۔

یہ تینوں کام ایک مسلمان کی ذمہ داری ہیں تاکہ نہ صرف فرد کی زندگی بہتر ہو بلکہ پورا معاشرہ اسلامی اصولوں کے مطابق زندہ رہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کیا کہ اس طرح کی جماعت "مفلحون" یعنی فلاح پانے والی ہوگی، جو کامیابی کی راہ پر گامزن ہوگی۔

اسلامی تعلیمات میں اصلاحی عمل اور معاشرتی ذمہ داریوں کی اہمیت کو اس آیت سے سمجھا جاسکتا ہے، جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ مسلمان صرف اپنی ذات کی اصلاح تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ ان کا مقصد پورے معاشرے کی اصلاح بھی ہوگا۔ اس کے ذریعے فرد اور جماعت دونوں کی فلاح اور کامیابی ممکن ہوگی۔

علمائے کرام اور خطبائے مساجد کا کردار:

معاشرتی اصلاح میں علماء اور مساجد کے مبلغین کا کردار بہت اہم ہے۔ وہ اسلام کی تعلیمات کی تشریح اور نفاذ میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ان کا کردار صرف مذہبی احکامات تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ وہ سماجی اور اخلاقی مسائل میں لوگوں کی رہنمائی بھی کرتے ہیں، تاکہ ایک منصفانہ اور فلاحی معاشرہ قائم ہو۔

علمائے کرام کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچائیں اور ان کی روحانی تربیت کریں۔ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسلامی اخلاقیات سے آشنا کرتے ہیں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے وقت میں جب معاشرہ اخلاقی بحران سے گزر رہا ہے، ماہرین تعلیم کا کردار اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔ علماء لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی اصلاح کی ترغیب دیتے ہیں، جیسے نیکی کی دعوت دینا، اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے منع کرنا۔

اس تناظر میں مساجد کے مبلغین کا بھی اہم کردار ہے۔ خطبہ کے دوران، وہ نہ صرف مذہبی موضوعات پر روشنی ڈالتے ہیں، بلکہ سماجی مسائل، اخلاقی اصولوں اور روزمرہ کی زندگی کے چیلنجوں پر بھی گفتگو کرتے ہیں۔ مسجد کے خطبہ کا مقصد نہ صرف لوگوں کو نماز اور عبادت کی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے بلکہ انہیں سماجی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کرنا ہے۔ خطبہ دیتے ہوئے وہ قرآن و سنت کی روشنی میں لوگوں کی باہمی مہربانی، انصاف اور سماجی ہم آہنگی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ فلاحی کاموں میں علماء اور مبلغین کا کردار بھی اہم ہے۔ وہ کمیونٹی کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف پروگرام اور منصوبے شروع کرتے ہیں، جیسا کہ بھوکے لوگوں کی مدد کرنا، تعلیم کو فروغ دینا، اور سماجی انصاف کے قیام کے لیے اقدامات۔ مزید برآں، ماہرین تعلیم معاشرتی اصلاحات کی کوششوں کو مزید موثر بنانے کے لیے حکومتی اداروں اور سماجی تنظیموں کے ساتھ اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے تعاون کرتے ہیں۔

الغرض مساجد کے علماء اور مبلغین کا کردار معاشرتی اصلاح میں ایک پل کا ہے، جو فرد اور معاشرے کو جوڑتا ہے اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں لوگوں کی صحیح سمت میں رہنمائی کرتا ہے۔ ان کا کردار نہ صرف مذہبی طور پر اہم ہے بلکہ سماجی انصاف، اخلاقی ترقی اور فلاحی کاموں میں بھی ان کا کردار مرکزی ہے۔

اخلاقی تربیت کے لیے دینی پروگرامز اور نصاب:

دینی مدارس اور اسلامی ادارے اخلاقی تربیت کے حوالے سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان اداروں میں نصاب صرف دینی تعلیمات تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ان میں اخلاقی تربیت کو بھی بنیادی حیثیت دی جاتی ہے۔اسلام کی تعلیمات کے مطابق اخلاقی صفات فرد کی شخصیت کا حصہ ہوتی ہیں جو نہ صرف اس کے روحانی ارتقاء میں مدد دیتی ہیں بلکہ اس کی معاشرتی زندگی کو بھی بہتر بناتی ہیں۔دینی مدارس میں اخلاقی تربیت کے لیے مختلف پروگرامز اور نصاب ترتیب دیے جاتے ہیں جو طلبہ میں اچھے اخلاق پیدا کرنے اور معاشرتی اصلاح کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

اسلامی نصاب میں طلبہ کو نہ صرف قرآن وسنت کی تعلیم دی جاتی ہے بلکہ اخلاقیات اور معاشرتی رویوں کے بارے میں بھی اہم درس دیا جاتا ہے۔ان نصابوں میں ایمان، سچائی، عدل وانصاف، صبر، شکر، ایثار، مروت، اور خدمتِ خلق جیسے اخلاقی اصولوں پر زور دیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ، دینی مدارس میں خصوصی اخلاقی تربیت کے پروگرامز بھی منعقد کیے جاتے ہیں جن میں طلبہ کو زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اسلامی اصولوں کی روشنی میں عمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ان پروگرامز کا مقصد طلبہ میں ایسی خصوصیات پیدا کرنا ہوتا ہے جو انہیں نہ صرف ایک اچھا مسلمان بلکہ ایک بہتر انسان بھی بنائیں۔ایک معروف پاکستانی عالم، مولانا طارق جمیل، اپنی تقریروں میں بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ دینی مدارس میں اخلاقی تربیت کی اہمیت بے پناہ ہے۔وہ کہتے ہیں:

> "دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے، کیونکہ بغیر اخلاقی تربیت کے اسلامی تعلیمات کا حقیقی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔"[19]

دینی مدارس میں اخلاقی تربیت کی ایک اور مثال وہ پروگرامز ہیں جو طلبہ کو معاشرتی خدمت کے لیے تیار کرتے ہیں۔ان پروگرامز میں طلبہ کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ کس طرح وہ اپنے معاشرے کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں اور کس طرح اسلامی اقدار کو فروغ دے سکتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ، طلبہ کو اسلامی معاشرتی ذمہ داریوں کا شعور بھی دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کے حقوق کا احترام کریں اور معاشرتی تعلقات میں بہترین رویہ اپنائیں۔

دینی مدارس اور اسلامی ادارے اخلاقی تربیت کے لیے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان اداروں میں ترتیب دیے گئے نصاب اور پروگرامز نہ صرف طلبہ کی روحانی ترقی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں بلکہ انہیں معاشرتی طور پر بھی ذمہ دار اور فلاحی شخصیات بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کے ذریعے فرد اور معاشرہ دونوں میں بہتری آتی ہے جو ایک اسلامی معاشرتی نظام کے قیام میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

حکومتی اداروں کا کردار:

قانون سازی اور تعلیمی نظام میں بہتری: حکومتی ادارے اخلاقی تربیت کے حوالے سے اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اس ضمن میں قانون سازی اور تعلیمی نظام میں بہتری لانا ان کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ایک ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو صرف علمی تعلیم ہی فراہم نہ کرے بلکہ ان کی اخلاقی تربیت بھی یقینی بنائے تاکہ ایک بہتر معاشرتی نظام قائم ہو سکے۔اسلامی تعلیمات کے مطابق حکومت کا کام افراد کو نہ صرف دینی و دنیاوی تعلیم فراہم کرنا ہے بلکہ انہیں صحیح اخلاقی رویے بھی سکھانے ہیں، تاکہ فرد اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرتی ذمہ داریوں کو بھی درست طور پر ادا کر سکے۔

حکومتوں کی طرف سے قانون سازی اور تعلیمی نظام میں اصلاحات اخلاقی تربیت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ضروری ہیں۔پاکستان میں حکومت کی طرف سے دینی مدارس کے نصاب میں اصلاحات لانے کی کوششیں کی گئی ہیں تاکہ ان اداروں میں پڑھائی جانے والی تعلیم نہ صرف

مذہبی بلکہ اخلاقی و معاشرتی اعتبار سے بھی مفید ثابت ہو۔ تاہم، اس کے ساتھ ساتھ، عام تعلیمی اداروں میں بھی اخلاقی نصاب کا نفاذ ضروری ہے تاکہ ہر سطح پر طلبہ میں معاشرتی ذمہ داریوں اور اخلاقی اقدار کا شعور بیدار کیا جا سکے۔ حکومت کو قانون سازی کے ذریعے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ اسکولوں اور کالجوں میں اخلاقی تعلیم کا ایک حصہ ہو، جو طلبہ کی شخصیت کی تکمیل کے لیے ضروری ہو۔ پاکستانی ماہر تعلیم، ڈاکٹر پرویز ہودبھائی، اس حوالے سے اپنی کتاب "تعلیمی نظام میں اصلاحات" میں لکھتے ہیں:

"تعلیمی نظام میں اخلاقی تعلیم کا اضافہ نہ صرف فرد کی شخصیت کو بہتر بناتا ہے بلکہ معاشرتی سطح پر امن و آشتی کو فروغ دینے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔"[20]

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں اخلاقی تعلیم کو لازمی جزو قرار دے تاکہ بچوں میں نہ صرف علم کی پیاس ہو بلکہ ان میں اچھے اخلاقی اصولوں کی بھی جڑیں مضبوط ہوں۔ اس کے علاوہ، حکومتی سطح پر قوانین میں یہ شامل کرنا ضروری ہے کہ تعلیمی ادارے بچوں کی اخلاقی تربیت کے لیے پروگرامز ترتیب دیں، تاکہ معاشرتی اصلاح کی سمت میں کامیابی حاصل ہو سکے۔

اگر حکومت تعلیم کے ذریعے اخلاقی تربیت کے اصولوں کو تعلیمی نصاب میں شامل کرتی ہے اور قانون کے ذریعے ان کی پاسداری کو یقینی بناتی ہے تو معاشرے میں اصلاح کا عمل ممکن ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ افراد اپنے اعمال میں نہ صرف دینی بلکہ اخلاقی طور پر بھی مکمل طور پر ذمہ دار ہوں گے، جو کہ ایک بہترین اور کامیاب معاشرے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

سماجی مسائل کے حل کے لیے پالیسیاں:

سماجی مسائل کے حل کے لیے پالیسیاں بناتے وقت حکومتوں کو مختلف فلاحی منصوبوں اور امدادی کاموں کی ضرورت ہوتی ہے جو معاشرتی بہتری کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ ان پالیسوں کا مقصد غریب طبقے کو معاشی، صحت، تعلیم، اور دیگر ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے تاکہ وہ معاشرتی دھارے میں شامل ہو سکیں اور معاشی ترقی کا حصہ بن سکیں۔ فلاحی منصوبے جیسے کہ کم آمدنی والے طبقے کے لیے سبسڈی کی فراہمی، صحت کی سہولتوں کا بہتر انتظام، اور تعلیم کے مواقع میں اضافہ ایسے اقدامات ہیں جو معاشرتی ترقی اور مساوات کے اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، حکومت کو ضروری ہے کہ وہ معاشرتی فلاح کے منصوبوں میں نجی اداروں اور این جی اوز کے ساتھ تعاون کرے تاکہ ان منصوبوں کی تاثیر اور پہنچ کو بڑھایا جا سکے۔ پاکستانی ماہر معاشیات ڈاکٹر حسن عسکری اپنی کتاب "پاکستان کی اقتصادی ترقی" میں لکھتے ہیں:

"سماجی ترقی کے لیے حکومت کے فلاحی اقدامات اور غریب طبقے کے لیے امدادی پروگرامز بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ یہ اقدامات معاشرتی توازن اور انصاف کے لیے ضروری ہیں۔"[21]

اسی طرح، میڈیا اور ثقافتی ادارے بھی معاشرتی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ عوامی شعور بیدار کرنے، تعلیم دینے اور منفی رویوں کو بہتر بنانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ میڈیا کی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے حکومت عوام تک فلاحی منصوبوں اور امدادی کاموں کے بارے میں آگاہی پہنچا سکتی ہے اور مختلف سماجی مسائل جیسے کہ صحت، تعلیم، اور غربت کو حل کرنے کے لیے عوامی سطح پر حمایت حاصل کر سکتی ہے۔ ثقافتی ادارے جیسے تھیٹر، فنون، اور ڈرامے لوگوں کو ان کے معاشرتی کردار کا شعور دیتے ہیں اور انہیں مثبت تبدیلی کے لیے متاثر کرتے ہیں۔

پاکستانی سماجی دانشور، ڈاکٹر فرخ زرداری اپنی کتاب "ثقافت اور معاشرتی اصلاح" میں لکھتے ہیں:

"ثقافتی ادارے اور میڈیا دونوں کا کردار معاشرتی اصلاح میں نہایت اہم ہے، کیونکہ یہ عوام کو صحیح شعور اور اخلاقی سمت فراہم کرتے ہیں۔"[22]

معاشرتی اصلاح کے لیے پالیسیاں صرف حکومتی سطح پر ہی نہیں، بلکہ غیر سرکاری اداروں کی جانب سے بھی اٹھائی چاہئیں۔ مختلف فلاحی تنظیمیں اور این جی اوز سماجی مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان اداروں کے ذریعے لوگوں کو ضروری وسائل اور خدمات فراہم کی جاتی ہیں، خاص طور پر غربت کے شکار افراد، بچوں اور خواتین کو اہم معاونت دی جاتی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ان اداروں کے ساتھ مل کر پالیسیاں مرتب کرے تاکہ معاشرتی انصاف اور مساوات کا عمل تیز ہو سکے۔ ایک معروف پاکستانی سیاست دان، عمران خان، نے اپنے ایک خطاب میں کہا:

"پاکستان میں فلاحی ریاست کے قیام کے لیے سماجی پالیسیاں، میڈیا اور ثقافتی اداروں کے ذریعے عوام میں آگاہی کا فروغ ضروری ہے۔"[23]

اس طرح، سماجی مسائل کے حل کے لیے حکومتی، ثقافتی اور امدادی اداروں کی مشترکہ کوششیں ضروری ہیں تاکہ معاشرتی اصلاح کا عمل موثر اور دیرپا ہو سکے۔ ان اقدامات کے ذریعے حکومت غریبوں کی زندگی میں بہتری لا سکتی ہے اور ان کے حقوق کا تحفظ کر سکتی ہے، جو ایک خوشحال اور متوازن معاشرے کی تشکیل کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

مشترکہ کردار:

دینی اور دنیاوی تعلیم کی یکجائی:

معاشرتی اصلاح کیلئے حکومتی اداروں اور مذہبی اداروں کے مشترکہ کردار میں ایک اہم نکتہ دینی و دنیاوی تعلیم کو یکجا کرنا ہے جو معاشرتی اصلاح اور فرد کی ہمہ جہتی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اسلام میں دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کی تعلیم دی گئی ہے، اور دین اسلام میں کوئی بھی شعبہ زندگی بغیر تعلیم کے نہیں سمجھا گیا۔ دینی تعلیمات فرد کی روحانیت اور اخلاقی تربیت کے لیے ضروری ہیں، جبکہ دنیاوی تعلیم فرد کو معاشی، سائنسی اور معاشرتی ترقی کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ اس طرح، دونوں کی یکجائی معاشرتی ترقی کے لیے ایک متوازن نقطہ نظر فراہم کرتی ہے، جہاں انسان اپنے دینی فرائض اور دنیاوی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر پورا کر سکتا ہے۔

ماضی میں دینی اور دنیاوی تعلیم کو علیحدہ علیحدہ سمجھا جاتا تھا، جس سے ایک قسم کی تقسیم پیدا ہو گئی تھی، تاہم موجودہ دور میں یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ دونوں کو یکجا کر کے ایک جامع تعلیمی نظام ترتیب دیا جائے۔ دینی تعلیمات کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ہم آہنگ کرنے سے طلباء نہ صرف دنیاوی علوم میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں بلکہ اسلامی اقدار اور اخلاقی تعلیمات کو بھی اپنی زندگیوں میں اپناتے ہیں۔ اس حوالے سے کئی مسلم معاشروں میں کوششیں کی جا رہی ہیں کہ مدارس اور جدید تعلیمی اداروں کے درمیان تعاون بڑھایا جائے تاکہ نوجوانوں کو ایک جامع تعلیمی ماحول میسر آ سکے، جو ان کے کردار کی بہتر تشکیل اور معاشرتی فلاح کے لیے معاون ہو۔ دینی اور دنیاوی تعلیم کو یکجا کرنے کی اہمیت اسلام میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی فلاح کے لیے دونوں جہانوں کی تعلیمات کو یکجا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ قرآن مجید میں ربِ کائنات کا ارشاد ہے:

"وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا"[24]

ترجمہ: "اور کہو، اے میرے رب، میری علم میں اضافہ کر"

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ علم کا طلب کرنا، چاہے وہ دینی ہو یا دنیاوی، ایک مسلم کی ذمہ داری ہے۔ اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ دین میں علم کا طلب کسی خاص دائرے میں محدود نہیں بلکہ ہر شعبہ میں سیکھنا ضروری ہے تاکہ انسان اپنی زندگی کو بہتر بنا سکے۔

حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات بھی اس بات پر زور دیتی ہیں کہ علم انسان کی فلاح اور کامیابی کی بنیاد ہے۔ ایک معروف حدیث ہے:

"علم کا طلب ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے"[25]

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے علم کے طلب کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے، جو دینی اور دنیاوی علم دونوں پر مشتمل ہے۔ یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ علم کا حصول صرف دینی نہیں بلکہ دنیاوی علوم کو بھی سیکھنا ضروری ہے تاکہ مسلمان ہر میدان میں کامیاب ہو سکے۔ اسی طرح، امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں لکھا ہے:

> "علم کا ہر شعبہ ایک اہمیت رکھتا ہے، اور اس کا مقصد صرف دنیاوی فلاح نہیں بلکہ انسان کی روحانیت کی تکمیل اور دین کی خدمت بھی ہے۔"[26]

امام غزالیؒ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ دینی اور دنیاوی علوم کا امتزاج انسان کی شخصیت کی مکمل تشکیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے، اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر معاشرتی ترقی کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس طرح، دینی اور دنیاوی تعلیم کے امتزاج سے انسان کی زندگی میں توازن آتا ہے، اور وہ اللہ کی رضا کے مطابق دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی اس موضوع پر مسلسل بحث جاری ہے کہ کیسے دینی اور دنیاوی تعلیم کو یکجا کیا جائے۔ مختلف مدارس اور یونیورسٹیاں اس بات پر زور دے رہی ہیں کہ تعلیم کا مقصد صرف دنیاوی ترقی نہیں، بلکہ فرد کی روحانیت اور اخلاقی بلندی بھی ہے۔ اس حوالے سے ماہر تعلیم اور مفکرین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ صرف ایک طرفہ تعلیم فرد کی مکمل تربیت نہیں کر سکتی، بلکہ دونوں شعبوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرنے سے حقیقی معاشرتی ترقی ممکن ہے۔ ڈاکٹر جاوید احمد غامدی نے اس حوالے سے اپنی کتاب "مجموعہ علمی" میں لکھا ہے:

> "دینی اور دنیاوی تعلیم کا امتزاج فرد کی مکمل تربیت کی ضمانت ہے۔ ایک ایسا فرد جو دینی اصولوں پر عمل پیرا ہو اور دنیاوی علوم میں بھی مہارت رکھتا ہو، وہ اپنے معاشرے میں مثبت تبدیلی لا سکتا ہے۔"[27]

پاکستان کے معروف ماہر تعلیم ڈاکٹر سلیمان قریشی نے بھی اس بات کو اجاگر کیا ہے کہ تعلیمی نظام میں دینی اور دنیاوی تعلیم کی یکجائی سے طلباء کی شخصیت میں توازن پیدا ہوتا ہے اور وہ معاشرتی ذمہ داریوں کا شعور رکھتے ہوئے کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

> "دینی اور دنیاوی تعلیم کو یکجا کرنے سے معاشرتی ترقی اور فرد کی ہمہ جہتی کامیابی ممکن ہے، کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے تکمیل کنندہ ہیں۔"[28]

یہ ضروری ہے کہ حکومتی اور مذہبی ادارے دونوں مل کر ایسا تعلیمی ماڈل تیار کریں جو دینی و دنیاوی تعلیم کو یکجا کرے تاکہ نوجوانوں کو مکمل طور پر تیار کر کے ایک بہتر معاشرتی فرد بنایا جا سکے۔

مشترکہ لائحہ عمل:

حکومتی اور مذہبی اداروں کے مشترکہ لائحہ عمل کی ضرورت اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ معاشرتی مسائل کے حل کے لیے ایک جامع حکمت عملی کی تشکیل ضروری ہے۔ حکومت اور مذہبی ادارے دونوں اپنے اپنے دائرہ کار میں معاشرتی بہتری کے لیے کام کرتے ہیں، لیکن اگر یہ دونوں ادارے آپس میں تعاون کریں، تو اس سے معاشرے کی فلاح اور ترقی کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ جن میں مندرجہ ذیل امور بے حد اہمیت کے حامل ہیں:

- سماجی مسائل کے حل کے لیے مشترکہ حکمت عملی
- غربت، جہالت، اور بے روزگاری کے خاتمے کے اقدامات
- اخلاقی تعلیم کے فروغ کے لیے مہمات

قرآن مجید میں ربِ کائنات نے فرمایا:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" [29]

ترجمہ: "اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کرو۔"

اس آیت سے یہ پیغام ملتا ہے کہ حکومت اور مذہبی اداروں کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے تاکہ معاشرتی بہتری کے لیے نیک کاموں کو فروغ دیا جا سکے اور گناہ و فساد سے بچا جا سکے۔

غربت، جہالت، اور بے روزگاری کے خاتمے کے لیے حکومت اور مذہبی اداروں کا مشترکہ کردار اہمیت رکھتا ہے۔ سماجی سطح پر غربت اور جہالت کے مسائل کا حل دونوں اداروں کے اشتراک سے ممکن ہو سکتا ہے۔ معاشرتی اصلاحات کے حوالے سے معروف پاکستانی ماہر عمرانیات ڈاکٹر معین قدیر اپنی کتاب "پاکستان میں معاشرتی اصلاحات" میں لکھتے ہیں:

"حکومت اور مذہبی اداروں کی مشترکہ کوششوں سے غربت اور بے روزگاری کے خاتمے کے لیے فلاحی منصوبوں کی تشکیل ممکن ہے۔" [30]

ان کے مطابق، اگر حکومت دینی اداروں کے ساتھ مل کر غربت کے خاتمے کے لیے فلاحی منصوبے شروع کرے اور بے روزگاری کے مسائل کو حل کرنے کے لیے مربوط اقدامات کرے تو معاشرتی بہبود میں نمایاں بہتری آسکتی ہے۔ اخلاقی تعلیم کے فروغ کے لیے بھی ایک مشترکہ حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ مذہبی ادارے اخلاقی تعلیم دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن حکومت بھی اپنے تعلیمی نصاب میں اخلاقی تعلیم کو شامل کر کے اس مہم میں حصہ لے سکتی ہے۔ اس بات کی اہمیت کو نبی کریم ﷺ نے اپنی حدیث میں یوں بیان فرمایا:

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہو، اور میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے اچھا ہوں۔" [31]

اس حدیث میں اخلاقی تربیت اور حسن سلوک کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، جو حکومت اور مذہبی اداروں کی مشترکہ مہم کا حصہ بننا چاہیے۔

ڈاکٹر شاہد جمیل، پاکستانی ماہر عمرانیات، اپنی کتاب "معاشرتی اصلاحات اور اسلامی تعلیمات" میں لکھتے ہیں:

"اسلامی تعلیمات اور حکومتی پالیسیاں جب ایک ساتھ مل کر عمل میں آئیں تو یہ نہ صرف سماجی مسائل کے حل میں مدد دیتی ہیں بلکہ ایک اخلاقی اور فلاحی معاشرہ بھی تشکیل پاتا ہے۔" [32]

ان کے مطابق، مذہبی تعلیمات اور حکومتی حکمت عملی کا امتزاج معاشرتی بہتری کے لیے سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔

لہذا، حکومتی اور مذہبی اداروں کا مشترکہ لائحہ عمل معاشرتی مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ غربت، جہالت، اور بے روزگاری کے خاتمے کے لیے دونوں اداروں کا تعاون اور اخلاقی تعلیم کے فروغ کے لیے مشترکہ مہمات اس بات کی ضمانت فراہم کرتی ہیں کہ ایک صالح اور ترقی یافتہ معاشرہ تشکیل پا سکے گا۔

حاصل بحث:

معاشرتی اصلاح ایک انتہائی اہم موضوع ہے جس پر نہ صرف حکومتی ادارے بلکہ مذہبی ادارے بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ معاشرتی اصلاحات کے ذریعے ہم ایک بہتر معاشرہ قائم کر سکتے ہیں جہاں اخلاقی، سماجی، اور معاشی مسائل کم سے کم ہوں، اور لوگ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حکومتی اور مذہبی اداروں کی مشترکہ کوششیں ضروری ہیں۔ یہ دونوں ادارے اگر اپنے اپنے وسائل اور اثرات کو یکجا کر کے کام کریں، تو معاشرتی اصلاحات کے عمل میں بڑی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

مشترکہ کوششوں کی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ معاشرتی اصلاحات کا عمل پیچیدہ اور مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ حکومت کے پاس وسائل، انتظامی اختیارات اور قانونی طاقت ہوتی ہے، جبکہ مذہبی اداروں کے پاس عوامی اعتماد، اخلاقی رہنمائی اور روحانی اثرات کا وسیع ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ اس طرح، جب دونوں ادارے مل کر کام کرتے ہیں تو وہ نہ صرف معاشرتی مسائل کو بہتر طور پر حل کر سکتے ہیں بلکہ لوگوں کی روحانی اور اخلاقی ترقی کے لیے بھی ایک جامع حکمت عملی تشکیل دے سکتے ہیں۔ دونوں اداروں کا اشتراک ایک مکمل اصلاحی عمل کی صورت اختیار کرتا ہے جو معاشرتی بے چینی، غربت، جہالت اور بے روزگاری جیسے مسائل کو حل کرنے کے لیے موثر ثابت ہوتا ہے۔

مذہبی اداروں اور حکومتی اداروں کا مشترکہ کردار ایک مثالی معاشرہ تشکیل دینے کی بنیاد رکھتا ہے۔ قرآن و سنت میں معاشرتی اصلاحات کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں جن پر عمل کر کے ہم ایک بہتر معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں اور معاشرتی اصلاحات کی کوششوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔

ایک مثالی معاشرہ تشکیل دینے کی ضرورت صرف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہیں، بلکہ عالمی سطح پر بھی ہے۔ موجودہ دور میں معاشرتی بے چینی، معاشی عدم استحکام اور اخلاقی پستی نے پوری دنیا کو متاثر کیا ہے۔ اس لیے ہمیں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کی ضرورت ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ انصاف، ہمدردی اور محبت کے ساتھ پیش آئیں۔ اس معاشرتی تبدیلی کے لیے حکومت کو ایسے قوانین بنانے کی ضرورت ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں، اور مذہبی اداروں کو اخلاقی تعلیمات فراہم کرنے کا عمل جاری رکھنا چاہیے۔ اس طرح حکومت اور مذہبی اداروں کا مشترکہ لائحہ عمل نہ صرف معاشرتی سطح پر اصلاحات لائے گا بلکہ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور ہمدردی بھی پیدا کرے گا۔

قرآن و سنت کے مطابق اصلاحی نظام کی تعمیر ایک عظیم مقصد ہے جو انسانیت کے فائدے کے لیے ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنی تعلیمات میں ہمیشہ لوگوں کو بھلائی، نیکی، اور عدل و انصاف کی طرف بلایا۔ اسلام میں معاشرتی اصلاحات کے لیے ایک جامع نظام کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے۔ معاشرتی اصلاحات کی کامیابی کے لیے حکومت کو مذہبی رہنماؤں کی رہنمائی حاصل کرنی چاہیے، اور مذہبی اداروں کو حکومت کے ساتھ مل کر معاشرتی مسائل کو حل کرنے کی حکمت عملی وضع کرنی چاہیے۔ اس میں اخلاقی تعلیمات، اسلامی اصولوں پر مبنی معاشی اور تعلیمی پروگرامز، اور فلاحی منصوبے شامل ہونے چاہئیں۔ اسی طرح، اسلامی معاشرہ معاشی انصاف، تعلیم، صحت، اور روزگار کے مسائل کو بھی اہمیت دے گا، اور اس کے نتیجے میں معاشرتی تبدیلی آئے گی۔

اس کے علاوہ، حکومت اور مذہبی اداروں کی مشترکہ کوششوں کے ذریعے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے جس میں افراد کے حقوق کی پاسداری کی جائے، اخلاقی قدروں کو فروغ دیا جائے، اور لوگ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس معاشرتی اصلاحی نظام کے ذریعے ہم ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ہو، اور جس میں عدل، انصاف، اور اخلاقی بہتری ہو۔

اس لحاظ سے حکومت اور مذہبی اداروں کا مشترکہ کردار نہایت اہم ہے، اور ان کے تعاون سے معاشرتی اصلاحات کا عمل کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس طرح ہم ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کر سکتے ہیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو بلکہ عالمی سطح پر بھی ایک مثالی معاشرہ بنے۔

حوالہ جات

1 القرآن،13:11

2 سینٹ آگسٹین، سٹی آف گاڈ

3 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دمشق،1422ھ، کتاب الایمان، باب من أحب لأخیہ ما یحب لنفسہ فھو مؤمن، طباعت اولیٰ، جلد 1، حدیث 13

4 القرآن، 4:128

5 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دمشق،1422ھ، کتاب المظالم، باب نفع الناس، طباعت اولیٰ، جلد2، حدیث 2311۔

6 القرآن،20:124

7 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دمشق،1422ھ، کتاب الادب، باب حسن الخلق، طباعت اولیٰ، جلد2، حدیث 5685۔

8 نذیر احمد، ڈاکٹر، تعلیمی نظام کی اصلاح، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2015، صفحہ 75۔

9 نذیر احمد، ڈاکٹر، تعلیمی نظام کی اصلاح، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2015، صفحہ 82۔

10 علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، لاہور: اقبال اکادمی، 1930ء، ص45۔

11 خدیجہ بشیر، ڈاکٹر، سماجی انصاف اور اخلاقیات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2016ء، ص123۔

12 علی شفیق، ڈاکٹر، عمرانیات کے مسائل، لاہور: المعارف پبلشرز، 2018ء، ص87۔

13 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دمشق،1422ھ، کتاب المناقب، باب فضل عائشۃ، طباعت اولیٰ، جلد 1، حدیث 3559۔

14 خلیل احمد، ڈاکٹر، معاشرتی علوم کا تنقیدی جائزہ، لاہور: قمر پبلشرز، 2015ء، ص192۔

15 القرآن،3:185۔

16 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دمشق،1422ھ، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، طباعت اولیٰ، جلد2، حدیث 6446۔

17 القرآن، 16:90۔

18 طاہر محمود، ڈاکٹر، اسلامی معاشرتی اصول، کراچی: مرکزِ اسلامی، 2012ء، ص58۔

19 طارق جمیل، مولانا، اسلام اور اخلاقی تربیت، لاہور: تبلیغی جماعت، 2018ء، ص89-90۔

20 پرویز ہود بھائی، ڈاکٹر، تعلیمی نظام میں اصلاحات، لاہور: پبلی کیشنز، 2017ء، ص102-104۔

21 حسن عسکری، ڈاکٹر، پاکستان کی اقتصادی ترقی، لاہور: یونیورسٹی پبلی کیشنز، 2015ء، ص134-136۔

22 فرخ زرداری، ڈاکٹر، ثقافت اور معاشرتی اصلاح، کراچی: ایجوکیشن پبلی کیشنز، 2018ء، ص65-68۔

23 عمران خان، پاکستان کے مستقبل کی رہنمائی، لاہور: تحریک انصاف پبلی کیشنز، 2020ء، ص45-47۔

24 القرآن،114

25 ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، بیروت، 2005ء، جلد 1، حدیث 224

26 غزالی، امام، احیاء العلوم، بیروت: دار الفکر، 1999ء، ص102-104

27 جاوید احمد غامدی، ڈاکٹر، مجموعہ علمی، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 2012ء، ص258-260۔

28 سلیمان قریشی، ڈاکٹر، تعلیم کا مستقبل، کراچی: نیشنل پبلشرز، 2015ء، ص147-149۔

29 القرآن، 2

30 معین قدیر، ڈاکٹر، پاکستان میں معاشرتی اصلاحات، لاہور: فلاحی ادارہ، 2008ء، ص45-47

31 ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، بیروت، 2005ء، جلد 1، حدیث 224

32 شاہد جمیل، ڈاکٹر، معاشرتی اصلاحات اور اسلامی تعلیمات، کراچی: اسلامی فلاحی ادارہ، 2010ء، ص120-122